تبصرہ کتب

الحرکات التبشیریہ فی المغرب الاقصی فی النصف الثانی القرن التاسع عشر
(مغرب اقصیٰ میں مسیحی مشنری تحریکیں: انیسویں صدی کے نصف آخر میں)

مؤلف : ڈاکٹر بلقاسم الحناشی
ناشر : مرکز الدراسات والبحوث العثمانیہ والموریسکیہ و توثیق والمعلومات۔ پوسٹ بکس نمبر ۵۰ ـ زغوان، تونس
صفحات : ۱۹۶
سالِ اشاعت : ۱۹۸۹ء
قیمت : درج نہیں

زیرِ نظر کتاب دراصل مؤلف کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو انہوں نے تونس یونیورسٹی میں ۱۹۸۲ء میں پیش کیا تھا۔ مقالہ تین ابواب میں منقسم ہے۔

پہلے باب میں مغربِ اقصیٰ (مراکش) میں استعماری طاقتوں کے اولین مظاہر کا ذکر ہے، جن کی ابتداء جرمنی، برطانیہ اور فرانس کے تجارتی تعلقات سے ہوتی ہے جبکہ پڑوسی ملک الجزائر پر فرانس کا قبضہ ہو چکا تھا، اور مغربِ اقصیٰ میں اسپین نے اپنے پنجے گاڑھنے شروع کر دیے تھے۔ اس طرح یہ علاقہ ان چاروں استعماری طاقتوں کا ہدف بن چکا تھا۔ ۱۸۴۴ء میں فرانس اور مراکش کے درمیان معاہدہ ہوا جس کی رو سے امیر عبدالقادر الجزائری کو غدار قرار دیا گیا اور انہیں مغربِ اقصیٰ سے جلاوطن کرنے کی کوشش کی گئی، جہاں وہ الجزائر سے نکل کر پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ اسی زمانے میں مراکش میں دینی بیداری کا آغاز ہوا۔ مختلف صوفی تحریکیں اپنا کام کر رہی تھیں۔ "الرحمانیہ" (آغاز: ۱۷۷۰ء) اور "التیجانیہ" (آغاز: ۱۷۸۱ء) جیسی تحریکات کی بناء پر مراکشی مسلمان استعمار اور مسیحی طاقتوں کا مقابلہ بخوبی کر سکے جب کہ حکومت اور دیگر استعماری طاقتوں کے درمیان تجارتی معاہدے روز بروز استعمار کے اثر و نفوذ میں اضافہ کر رہے تھے۔

ان استعماری طاقتوں کے لیے ایک اہم مددگار عنصر مراکش میں یہودیوں کا وجود تھا۔ اُس وقت کے اعداد و شمار کے مطابق ان کی تعداد دو اڑھائی لاکھ کے قریب تھی۔

۱۹۰۵ء میں ایک معاہدے کے ذریعے اسپین اور فرانس کا عمل دخل قانونی طور پر شروع ہو گیا۔ اس معاہدے کی رو سے

۱۔ ایک ایسی فوج کھڑی کی گئی جس میں اختیارات ہسپانوی اور فرانسیسی فوجی افسران کے ہاتھ میں

تھے اور یہ فوج شاہ مراکش کی نگرانی میں بندرگاہوں کی حفاظت کی ذمہ دار تھی۔

۲۔ بغیر اجازت اسلحہ درآمد کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔

۳۔ بیرونی درآمدات پر صرف ۲۰۵ فیصد محصول عائد کیا گیا۔

۴۔ درآمد اور برآمد کنندہ ممالک میں برابری کے اصول پر معاہدے کیے جانے کا وعدہ تھا۔

اس معاہدے کی آڑ میں مراکش پورے طور پر یورپی طاقتوں کے شکنجے میں جکڑا گیا۔

دوسرے باب میں مؤلف نے عیسائی تبشیر کے مختلف مظاہر کا ذکر کیا ہے جن کے مطالعہ سے احساس ہوتا ہے کہ تقریباً ہر جگہ ان کا اسلوب یکساں رہا ہے۔ لٹریچر، اسکول، کالج، ہسپتال اور دوسرے مراکز قائم کیے گئے جہاں وہ آسانی سے اپنی بات کہہ سکتے تھے۔ زمان و مکان کے لحاظ سے طریقہ کار میں وہ تبدیلی کر لیتے ہیں۔ مراکش میں انہیں یہودیوں کا سہارا بھی مل گیا تھا اور ان کی چھتری تلے وہ مزید آسانی سے کام کرتے رہے۔ اس کے علاوہ مختلف حیلوں بہانوں سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہے لیکن اس وقت کی کمزور، کٹھ پتلی مسلمان حکومت سوائے احتجاج کے اور کچھ نہ کر سکی۔

تیسرے باب میں مؤلف نے اپنی تحقیق کے نتائج درج کیے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ مغربی طاقتیں اپنی پوری کوشش اور زبردست محنت کے باوجود مراکش کے مسلمانوں کو اپنے عقائد سے نہیں ہٹا سکیں، اور اس پورے استعماری دور میں انتہائی قلیل تعداد میں لوگ مسیحیت قبول کر سکے۔

کتاب میں ایک خامی کھٹکتی ہے کہ مسیحیت مخالف قوتوں میں مؤلف نے مسلمان علماء کے کردار، ان کی تصنیف و تالیف اور مناظراتی خدمات کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ اگر وہ یہ معلومات بھی کتاب میں مہیا کر دیتے تو عیسائی منادوں کے مقابلے میں مسلم جدوجہد کا اندازہ بھی کیا جا سکتا تھا۔

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی
اسلام آباد — سہیل حسن

The Mutiny Chaplains (۱۸۵۷ء کے قسیس)

[۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، تاہم اِس موضوع پر برطانوی سرکاری ریکارڈ اور انفرادی یادداشتوں، ڈائریوں اور خطوط کی صورت میں ابھی بہت سا لوازمہ موجود ہے جس سے استفادہ نہیں کیا جا سکا۔ ۱۸۵۷ء کے تاریخ ساز واقعات سے دلچسپی رکھنے والے اہلِ علم اس موضوع پر مسلسل لکھ رہے ہیں اور دو تین برسوں میں ایک اچھی کتاب سامنے آ ہی جاتی ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مسلم علمائے کرام کے کردار پر مولانا عبدالشاہد شروانی، مولانا محمد میاں اور